ڈاکٹر غوث احمد شیخ
Assistant Professor, S.S.A's Arts and Commerce College, Solapru Maharashtra

مولانا حسرتؔ موہانی کی غزل گوئی کا مطالعہ

مولانا حسرتؔ موہانی کا شمار اردو ادب کی ممتاز وقد آور شخصیات میں ہوتا ہے۔حسرتؔ نے اردو دنیا میں وہ کار ہائے نمایاں انجام دیئے ہیں جن کی بنا پر ان کا نام اردو ادب میں ہمیشہ زندہ وتابندہ رہے گا۔حسرتؔ موہانی وہ شاعر ہیں جنھوں نے اردو غزل کو اس وقت سہارا دیا جب شاعری کا میلان جدید نظم گوئی کی طرف بڑھ رہا تھا اور صنف غزل کو بے وقت کی راگنی کہا جارہا تھا۔کوئی غزل کو کافر صنف کہہ رہا تھا۔غزل کی گردن بے تکلف اڑادینی چاہیے اور غزل کے بارے میں یہ بھی کہا گیا کہ غزل نیم وحشی صنف شاعری ہے۔ایسے لوگ بھی غزل کی مخالفت کررہے تھے جنھوں نے اپنی زندگی میں کامیاب و معیاری غزلیں تخلیق کی تھیں۔حسرتؔ موہانی نے ایسے ناسازگار حالات میں غزل کا احیا کیا اور اس کو دوبارہ زندہ کیا۔صنف غزل کو اس انداز میں اپنایا کہ امام المتغزلین کہلائے۔حسرتؔ موہانی نے نہایت ہی حکمت عملی سے کوشش کی کہ غزل کو اس کی حدود میں ترقی دیں اور اسے وقت اور ماحول کے ساتھ ہم آہنگ کریں۔قدرت کا کرشمہ یہ ہوا کہ وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب رہے اپنی غزلوں سے انہوں نے ثابت کی کہ غزل اپنی محدود دنیا کے باوجود ہر طرح کا جلوہ دکھا سکتی ہے اور ہر دور کے جدید رجحانات کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال کر مقبول ترین مقام حاصل کرسکتی ہے۔

حسرتؔ موہانی ایک کامل شاعر تھے لیکن انہوں نے غزل کو اپنے اظہار کا ذریعہ بنایا۔اردو شاعری کی دوسری اصناف مرثیہ،قصیدہ،مثنوی وغیرہ میں طبع آزمائی کی ضرورت محسوس نہ کی۔انہوں نے غزل سے بے پناہ عشق کیا یہی کیفیت خود ان کے اشعار میں دکھائی دیتی ہے۔ چند

مثالیں ملاحظہ ہوں:

لکھتا ہوں مرثیہ، نہ قصیدہ نہ مثنوی
حسرؔت غزل ہی صرف میری جانِ عشقاں

عشق حسرؔت کو ہے غزل کے سوا
نہ قصیدہ نہ مثنوی سے غرض

حسرؔت موہانی کی غزل گوئی کا جائزہ لیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ ان کی غزلیہ شاعری میں عشق مجازی کے جلووں کے ساتھ ساتھ عشق حقیقی کی جلوہ باریاں بھی ملتی ہیں۔ وہ محبوب کے حُسن سے لے کر خوفِ خدا تک کی تمام باتیں اپنے اشعار میں بیان کر جاتے ہیں۔ اگر مجازی محبوب کے حسن کی تعریف میں مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہیں تو اس کائنات کے مالک وخالق اور حقیقی محبوب کی تعریف کو مقصد حیات بھی بتاتے نظر آتے ہیں۔ ان کی شاعری متضاد کیفیات کا ایک عمدہ مجموعہ کہلاتا ہے جہاں عشق مجازی اور عشق حقیقی بھی موجود ہے اور عاشقی بھی، اشتراکیت بھی دکھائی دیتی ہے اور مذہب بھی نظر آتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ حب الوطنی کے جذبات بھی اپنی مثال آپ ہیں اور باغیانہ تیور بھی کہیں کہیں نظر آتے ہیں۔ وہ بندھے ہوئے انداز میں شاعری نہیں کرتے ان کے یہاں تنوع کی بہاریں ہمیں دکھائی دیتی ہیں اور یہی تنوع کی بہاریں انھیں اپنے جداگانہ فن سے الگ کرتیں ہیں ان کا رنگِ تغزل اس پائے کا ہے کہ اس معاملے میں ان کا کوئی معاصر ان کے پائے نظر نہیں آتا اور اس بات کا انھیں بھی فخر تھا اس لیے خود فرماتے ہیں:

تو نے حسرؔت یہ نکالا ہے نیا رنگ غزل
اب بھی کیا ہم تیری یکتائی کا دعوی نہ کریں

مذکورہ بالا خیال محض تعلیٰ نہیں ہے بلکہ ارباب علم ودانش بھی تغزل میں حسرؔت کی یکتائی اور انفرادیت کے معترف ہیں بقول آل احمد سرور:

"عشق ہی ان کی عبادت ہے عشق کی راحت اور فراغت
کا یہ تصور ان کا اپنا ہے اور یہ تصور ہی حسرؔت کو نیا اور
اپنے زمانہ کا ایک فرد ثابت کر سکتا ہے۔"

حسرتؔ موہانی کا کلام جدت بیان کے حوالے سے بھی اپنی ایک الگ انفرادیت رکھتا ہے۔ان کے انداز بیان میں جدت اور اسلوب ادا میں انتہائی پختگی پائی جاتی ہے۔آیئے حسرتؔ موہانی کی غزلیہ شاعری کی خصوصیات کا بیان خود حسرتؔ کی زبانی سنتے ہیں:

جدت میں ہے لاثانی حسرت کی غزل خوانی
کیا طرفہ مطالب ہیں کیا تازہ قوافی ہیں

حسرتؔ موہانی کی شاعری کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی شاعری میں دہلوی اور لکھنوی شاعری کا ایک حسین امتزاج پایا جاتا ہے۔آپ نے میرؔ، مومنؔ، مصحفیؔ، جراتؔ اور غالبؔ کے اندازِ سخن کی پسند کیا جس کی وجہ سے آپ کی شاعری میں ان تمام ممتاز شعرا کے کلام فن کی خصوصیات جمع ہوگئی ہیں۔جعفر علی خان اثر لکھوی لکھتے ہیں:

"حسرتؔ کی شاعری میں لکھنؤ کی زبان اور متقدمین و متوسطین شعرائے دہلی کے تخیل کا بہترین امتزاج ہے۔ زبان و بیان کے اس قران السعدین کے ان کے کلام میں غضب کی شیرینی، روانی، اور دلکشی بھر دی ہے۔ان کی غزل کی محبوبہ ایسی محبوبہ ہے جس کی روح بھی اس کے جسم کی طرح حسین ہے۔"

جوشؔ ملیح آبادی حسرتؔ کی غزلیہ شاعری کے متعلق فرماتے ہیں:

" حسرتؔ اگر سیاست کے میدان میں ایک سرفروش مجاہد تھا تو ادبیات کے گلستاں کا بلبلِ ہزار داستان تھا۔ حسرتؔ دُھن کے پکے، بات کے دھنی وضع کے پابند، قناعت کے مرکز اور اصول پرستی کے پیغامبر تھے اور ان کی شاعری میں ماضی و حال کچھ اس طرح سمویا ہوا تھا کہ قدامت پرست اور جدت پسند دونوں ان کے مداح تھے۔"

دہلوی اور لکھنوی رنگ کے تعلق سے خود حسرتؔ فرماتے ہیں:

ہے زبانِ لکھنؤ میں رنگِ دہلی کی نمود
تجھ سے حسرتؔ نام روشن شاعری کا ہوگیا

حسرتؔ موہانی کی غزل کا جائزہ لینے کے بعد یہ محسوس ہوتا ہے کہ ان کی شاعری محض رسمی یا روایتی شاعری نہیں ہے بلکہ ان کے یہاں زندگی کی جیتی جاگتی تصویر نظر آتی ہے۔ ان کی شاعری کے مطالعے سے قاری کے دماغ پر تصوراتی اور تخیلاتی فضا غالب نہیں ہوتی بلکہ ان کے اشعار پڑھنے سے قاری حقیقی معاملات سے آگاہی حاصل کرتا ہے۔ حسرتؔ کے یہاں جو حقیقت پسندی ہمیں ملتی ہے وہ کسی اور شاعر کے یہاں نہیں ملتی۔ بقول خلیل الرحمٰن اعظمی:

"حسرتؔ کو میں اردو کے اچھے شاعروں میں شمار کرتا ہوں۔ ان کی شاعری میں ایسی بہت سی خوبیاں ہیں جن کی بنا پر وہ ہر زمانے میں پڑھے اور پسند کیے جائیں گے سب سے پہلی بات تو یہی ہے کہ ان کی شاعری رسمی اور روایتی نہیں بلکہ اس میں ایک زندہ اور جیتی جاگتی شخصیت کا عکس ہے۔ اردو کی عشقیہ شاعری میں حسرتؔ کا یہ کارنامہ کچھ کم اہمیت نہیں رکھتا کہ ان کے اشعار کو پڑھ کر ان کے عشق پر خیالی یا تصوراتی ہونے کا گمان نہیں ہوتا۔"

حسرتؔ موہانی کی غزلوں میں یہ وصف بھی موجود ہے کہ ان میں سیدھے سادے خیالات دھیمے لہجے اور دشائستہ انداز میں موجود ہیں۔ نرالی ترکیبیں اور طرز بیان ایسے وجد آور ہیں کہ اشعار سیدھے قاری کے دل میں اترتے چلے جاتے ہیں۔ آپ کی غزلوں میں سہل ممتنع جا بجا دکھائی دیتا ہے اور اسی سہل ممتنع کی وجہ سے آپ کی غزل میں اعلیٰ تغزل کے ساتھ ساتھ حسن بلاغت بھی موجود ہے۔ بقول عبدالقادر سروری؛

"حسرتؔ کے کلام کی سادگی، پُر کاری کا جوہر سہلِ ممتنع میں نظر آتا ہے۔"

سہل ممتنع کے سلسلے میں حسرتؔ کے اشعار ملاحظہ ہوں:

بھلا تا لاکھ ہوں لیکن برابر یاد آتے ہیں   الٰہی ترکِ الفت پر وہ کیوں کر یاد آتے ہیں

لایا ہے دل پر کتنی خرابی   اے یار تیرا حسنِ شرابی

حقیقت کھل گئی حسرتؔ تیرے ترکِ محبت کی   تجھے تو اب وہ پہلے سے بھی بڑھ کر یاد آتے ہیں

حسرتؔ موہانی کی غزلوں کے مطالعے سے یہ بات ابھر کر سامنے آتی ہے کہ حسرتؔ اپنے اشعار میں ایک ایسے عاشق کے طور پر موجود ہیں جس کے بغیر ان کی غزل مکمل نہیں ہوسکتی اور یہ بات حقیقت بھی ہے کہ عشق کی کسک ہی غزل کا رچاؤ ہے اس تناظر میں ہم اگر قدیم شعرا کو بھی دیکھیں تو واضح ہوتا ہے کہ یہ بات اپنی جگہ صدفی صد درست ہے کیونکہ میرؔ کی میریت بھی اسی سے قائم ہے اور غالبؔ کی غالبانہ رنگ بھی اسی سے چڑھا ہوا ہے۔ اگر حسرتؔ اچھے عاشق نہ ہوتے تو شاید ہی وہ اچھے شاعر ہو سکتے۔ ان کے کلام میں موجود عاشقانہ انداز بیان اور والہانہ طرز ادا ان کے معاصرین میں کہیں نہیں ملتا، ہاں البتہ ان سے پرانے شعرا میں ہمیں یہ مومنؔ کے یہاں نظر آتا ہے۔ حسرتؔ کا دیوان داستانِ حسن کا مجموعہ اور واردات عشق کا مکمل مرقع نظر آتا ہے۔ حسرتؔ ایک مکمل عاشق ہیں ان کے کلام میں ایک طرف محبت کی گھاتیں، معاملہ بندیاں، حسن سے چھیڑ چھاڑ، گستاخیاں اور لگاوٹیں ایسے منفرد اور اچھوتے انداز میں پائی جاتی ہیں کہ داغؔ اور جراتؔ کی شاعری میں عرق عرق ہو جاتی ہے۔ دوسری طرف عارفانہ اور پاکبازانہ اسلوب نگارش کے آگے جامیؔ اور رومیؔ کے اسلوب دکھائی دینے لگتے ہیں، مجاز و حقیقت کا ایسا امتزاج اردو ادب میں بہت کم شعرا کے یہاں ہمیں نظر آتا ہے اور یہی مجاز اور حقیقت کا امتزاج حسرتؔ کا طرۂ امتیاز ہے۔ حسرتؔ موہانی حُسن کو سراہتے ہوں یا عشق کی تمام منزلیں طے کرتے ہوئے عشق نبھاتے ہوں وہ ہر مقام پر حقیقت بیانی سے کام لیتے ہیں۔ ان کے یہاں تصنع، بناوٹ اور تکلف پر مبنی اشعار خال خال نظر آتے ہیں ان کا بیان کردہ عشق اسی نوعیت کا ہوتا ہے جس نوعیت کا عام زندگی میں ممکن ہوسکتا ہے کوئی بھی ایسا تجربہ جس کا زندگی میں ہونا ممکن نہ ہو حسرتؔ کی شاعری میں ہمیں شاید ہی مل سکے۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی لکھتے ہیں:

> حسرتؔ نہایت صاف ستھرا جمالیاتی ذوق وشوق رکھتے تھے، جس کا ان کی شاعری پر بہت اثر ہے۔"

حسرتؔ موہانی کی شاعری میں جو سادگی پائی جاتی ہے اس کی مثال میں چند اشعار بطور ملاحظہ ہوں:

آئینے میں وہ دیکھ رہے تھے بہار حسن
آیا مرا خیال تو شرما کے رہ گئے
اک برق تپاں ہے کہ تکلم ہے تمہار
اک سحر ہے لرزاں کہ تبسم تمہارا

حسرتؔ موہانی کی غزل گوئی پر بحث کرتے ہوئے عبدالماجد دریا آبادی فرماتے ہیں:

"حسرتؔ اپنے وقت کے بہترین شاعر تھے۔کلام عشقانہ تھا ، فاسقانہ نہ تھا۔شوخی تھی، بے حیائی نہ تھی۔اوباشی نہ تھی۔ شعر جتنا اچھا کہتے تھے، اتنا ہی اچھا پڑھتے تھے۔"

المختصر یہ کہ حسرتؔ موہانی اردو غزل کے آسمان کا وہ درخشاں سارے ہیں جس کی روشنی صرف ان کے عصر تک محدود نہ رہی بلکہ ان کے بعد بھی ان کی غزلوں کو اسی دلچسپی کے ساتھ پڑھا جاتا رہا ہے یہی ان کے کامیاب غزل گو ہونے کا زندہ ثبوت ہے اور یہی ان کے لیے کافی ہے۔

حسرتؔ موہانی کی غزل پر مزید گفتگو کی بجائے ان کا ہی ایک شعر لکھ کر مقالے کا خاتمہ کرتا ہوں ؛

اے وہ کہ تجھے شوق ہے تحسینِ سخن کا
میرا جو کہا مان تو حسرتؔ کی غزل دیکھ

☆☆☆